جمع و تدوینِ قرآن مجید اور مستشرقین

جناب محمد عارف اعظمی عمری صاحب

(۲)

ایک تاریخی غلطی کا اعادہ

دراصل الکامل ابن اثیر اور کتاب النشر ابن جزری میں حضرت عثمانؓ کے عہد مبارک میں قرآن مجید کے مستند نسخہ کی نقلیں تیار کرنے کا سن سن ۳۰ھ لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ کام سن ۲۵ھ میں ہوا، جیسا کہ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد ۹ ص ۱۰ پر اس کی مکمل وضاحت کر دی ہے، مگر جو مستشرقین قرآن مجید کے تاریخی پہلو پر بحث کرتے ہیں وہ اپنی مقصد برآری کے لیے قصداً اس غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بلاشیر نے بھی اس تاریخی غلطی کا اعادہ کرتے ہوئے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ابن ابی داؤد کے بیان کے مطابق حضرت ابی ابن کعبؓ بھی اس وقت موجود تھے جب کہ دوسرے مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سن ۳۰ھ سے کم از کم دو سال پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کی مخلصانہ جد و جہد پر اثر پذیری کا بہتان

اکثر مستشرقین نے اس باب میں حضرت زید بن ثابتؓ کی شخصیت کو بھی متہم کیا ہے۔ ان کے خیال میں وہ مختلف عوامل سے متاثر تھے۔ جن کے اثرات کی کارفرمائی لامحالہ اس کام پر بھی اثر انداز ہوئی، لیکن یہ ساری باتیں بے بنیاد ہیں۔ حضرت زیدؓ اسی وقت سے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کتابتِ وحی پر مامور کیا تھا اپنی وفات (سن ۴۵ھ) ممتاز سیرت

اور شخصیت کے مالک رہے، سوسائٹی میں ان کے اونچے درجہ و مرتبہ نیز ان کے حفظ و یادداشت کی قوت و صلاحیت کا اعتراف مستشرقین کو بھی ہے ....

صحابہ کرام کی پوری جماعت میں وہ ان اوصاف و خصوصیات کے لحاظ سے بے نظیر تھے۔ اکثر صحابہؓ نے ان کی عظمتِ شان غیر معمولی فضل و کمال اور کتابتِ وحی کی عظیم الشان خدمت انجام دینے کا ذکر بھی کیا ہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکرؓ کو اس بارہ میں ان پر کتنا اعتماد تھا اس کا اندازہ ان کے اس ارشادِ گرامی سے کیا جاسکتا ہے۔

انک رجل شباب عاقل لا نتہمك وقد كنت تکتب الوحی

بیشک تم نوجوان اور ہوش مند شخص ہو، تم پر کوئی اتہام بھی نہیں ہے۔ اور تم وحی بھی لکھا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی چار صفات گنائی ہیں جو تمام اس کام کے ساتھ مخصوص تھیں۔ ۱۔ نوجوان ہونا تاکہ وہ اس اہم کام کو تندہی اور محنت سے انجام دے سکیں۔ ۲۔ ہوش مند ہونا اس بنا پر کہ وہ اس کی اہمیت کو بخوبی سمجھتے ہوں۔ ۳۔ متہم و مجروح نہ ہونا کہ ان کا نفس کسی برائی اور غلط رجحان کی طرف مائل نہ ہو۔ ۴۔ کاتبِ وحی ہونا کہ یہ مہارت اور شرف ان کو پہلے سے حاصل ہے۔ یہ چاروں اوصاف فرداً فرداً تو اور لوگوں میں بھی مل سکتے ہیں مگر حضرت زیدؓ کے اندر ان سب کا جمع ہونا ان کی نمایاں خصوصیت ہے۔"

مزید برآں حضرت زید بن ثابتؓ اس وقت بھی موجود تھے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں حضرت جبریل علیہ السلام نے دو مرتبہ آپؐ سے قرآن مجید سنا اور خود آپؐ کو سنایا، علاوہ ازیں وہ تمام صحابہ میں قرآن مجید کے حفظ و ضبط اور اس کی مختلف قرأتوں سے واقفیت میں مشہور و ممتاز تھے،

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ انہوں نے یہ کام تنہا نہیں انجام دیا۔ ابن ابی داؤد کی روایت ہے۔

ان ابا بکرؓ قال لعمرؓ و لزیدؓ اقعدا علی باب المسجد فمن جاء کما بشاھدین علی شیء من کتاب اللہ فاکتباہ۔

"حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تم دونوں مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص دو گواہوں کے ساتھ قرآن کا کوئی حصہ پیش کرے اُسے لکھ لو"

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ روایت گو منقطع ہے لیکن اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اسی طرح ابن ابی داؤد ہی کی ایک دوسری روایت ہے کہ "تدوینِ قرآن کے وقت حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا کوئی حصہ سنا یا لکھا ہو وہ اُسے پیش کرے، صحابہؓ کا معمول تھا کہ وہ قرآن مجید کو اوراق، پتھر کی تختیوں اور کھجوروں کی شاخوں پر لکھ لیا کرتے تھے اور کسی سے بھی قرآن کا کوئی حصہ بغیر دو گواہوں کی شہادت کے قبول نہیں کیا جاتا تھا"

اِن دونوں روایتوں میں اس کا ذکر ہے کہ اس اہم کام میں حضرت عمرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی معاونت کی تھی، مگر اس بارہ میں خود حضرت زیدؓ کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ وہ محض حافظہ پر اعتماد نہیں کرتے تھے، چنانچہ سورۂ توبہ کے آخر کی آیت کے سلسلہ میں ان کا بیان ہے کہ وہ انہیں حضرت ابو خزیمہ انصاریؓ کے علاوہ اور کسی کے یہاں نہیں ملی، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت صرف انہیں کے پاس لکھی ہوئی موجود تھی ورنہ بزبانی تو انہیں خود بھی اور دوسرے بہت سے صحابہ کو بھی یاد تھی اور حفظ کے باوجود اس کے مطابق لکھے ہوئے کی تلاش سے ان کی انتہائی احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔

مصحف عثمانیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

مقالہ نگار کا یہ بھی بیان ہے کہ

حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کے دوسرے تمام نسخوں کو جلا دیا اور صرف سرکاری نسخوں کو برقرار رکھا اور یہی حکم تمام شہروں میں نافذ کر دیا گیا، البتہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور ان کے ہمنواؤں نے اس کی پُرزور مزاحمت کی"۔ پھر اس مخالفت کے اسباب و علل پر طویل گفتگو کرتے ہوئے طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کے ایک بڑے طبقہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے علیحدہ مصحف کا ذکر مبالغہ آرائی سے کیا ہے اور اس کو بنیاد بنا کر مصحف عثمانی کی مسلمہ صحت و صداقت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے، مقالہ نگار نے بھی یہی کیا ہے اور اُس نے اس بارہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی جانب منسوب اس تقریر کو بھی نقل کیا ہے۔

یا معشر المسلمین: اعزل عن نسخ المصاحف ويتولاه رجل واللہ لقد اسلمت وانه لفی صلب رجل کافر

"اے مسلمانو! میں مصاحف کی نقل نویسی سے معزول کر دیا گیا اور ایک ایسے شخص کو اس پر مامور کیا گیا جو اُس وقت ایک کافر کے صلب میں تھا جب کہ میں مسلمان ہو چکا تھا"

بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہی کا کلام ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ جمع تدوینِ قرآن مجید کے مخالف تھے، بلکہ ان کی تنقید محض جمع قرآن کے ذمہ داروں پر تھی، چونکہ وہ حضرت زید بن ثابتؓ کے مقابلہ میں معمّر اور قدیم الاسلام تھے اور پھر اُن کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فنِ قرأت کے ائمہ میں شمار کیا تھا، چنانچہ آپؐ نے ان کے بارہ میں فرمایا تھا۔

خذوا القرآن عن اربعة: عبد الله وسالم مولى ابى حذيفة ومعاذ بن جبل وابی بن کعب۔

قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت سالمؓ غلام ابو حذیفہؓ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ۔

اس بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے آپ کو اس کام کے لیے زیادہ موزوں سمجھتے رہے ہوں گے مگر جب ان کو اس حقیقت کا اچھی طرح علم ہو گیا اور اپنے موقف کی غلطی کا بخوبی احساس ہو گیا تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا اور برضا و رغبت اُمتِ اسلامی کی وحدت و اجتماعیت کو برقرار رکھا۔

خاتمہ یہ مستشرقین کے اعتراضات اور غلط بیانیوں کی ایک جھلک ہے جن کو وہ اپنی کتابوں میں بار بار دہرا کر قرآنی متن کو مشکوک اور نامعتبر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر ان کی یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

"بے شک ہم ہی نے اس نصیحت کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان و محافظ ہیں"

افسوس ناک بات یہ ہے کہ اسلامی کتب خانوں میں ایسی مستند اور محققانہ کتابوں کی کمی ہے جن میں متنِ قرآن کی تاریخ مرتب مرحلہ وار درج کی گئی ہے، صرف ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف اس سلسلہ میں واحد ماخذ ہے جس کو مستشرق جفری نے شائع کیا ہے، مگر اس کو بھی دوبارہ ایڈٹ کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کتاب کے عمیق مطالعہ کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے تاریخی مباحث تشنہ ہیں اور اس میں ایک موضوع سے متعلق مختلف متضاد روایتیں یک جا کر دی گئی ہیں، اگر یہ اہم کام مسلمانوں کی جانب سے انجام پا جائے تو متضاد روایتوں کا سہارا لے کر کتاب اللہ پر طعن و تشنیع کی جو کوشش مستشرقین کر رہے ہیں اس کا سدباب ہو جائے گا۔